بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

شام میں مسلمانوں کی نسل کشی ۔۔۔ لمحہ فکریہ!

شام قدیم ترین تہذیبوں کا مرکز رہا ہے۔ڈھائی ہزار سال قبل مسیح یہاں کنعانیوں،عبرانیوں، اسیریائی اور بابل کے لوگوں کا مختلف اوقات میں قبضہ رہا ہے۔ یہاں سامی تہذیب کے آثار بھی دریافت ہوئے ہیں۔ بعد کی تہذیبوں میں رومیوں بازنطینیوں، یونانیوں، ایرانیوں نے بھی شام پر قبضہ کیا اور حکومتیں کیں۔شام کی سرزمین پر قبضہ کے لیے صدر اسلام میں دو بڑی طاقتوں روم اور فارس میں عظیم معرکے ہوئے۔کبھی رومی غالب ہوئے تو کبھی فارس فتح مند ہوا۔اس کا تذکرہ سورۃ الروم میں اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔"آلم . غلبت الروم . فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون . فی بضع سنین وللہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المومنون " یہ ارض شام وفلسطین پر رومی اور فارسی غلبے کا تذکرہ ہے۔اور مومن رومیوں کی فتح پر خوشی کا اظہار کریں گے۔کیونکہ وہ فارسیوں "جوکہ مجوسی مشرک ہیں" کہ مقابلے میں توحید پرست تھے۔

نبی کریم ﷺ نے بھی شام کے حکمران ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ وہ اسلام کی حقانیت سے بخوبی آگاہ تھا۔مگر بادشاہت کے چھن جانے کے خوف سے ایمان نہ لایا۔شام کے بارے میں بعض فضائل حدیث میں موجود ہیں۔ایک حدیث میں آپ ﷺ نے تین مرتبہ شام کے لیے بشارت دی۔اصحاب رسول ﷺ نے استفسار کیا تو فرمایا کہ شام کو فرشتوں نے اپنے پروں سے ڈھانپ رکھا ہے۔

خلافت راشدہ کے عہد میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔تو سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ نے خالد بن ولیدؓ اور ابوعبیدہ بن جراحؓ کو روانہ کیا۔ یرموک کا عظیم معرکہ رونما ہوا۔اور مسلمانوں نے 636 عیسوی کو دمشق فتح کر لیا۔دمشق بنوامیہ کا پایہ تخت رہا۔اور عباسیوں کے انقلاب کے بعد دارالخلافہ دمشق سے بغداد چلا گیا۔لیکن مملوکوں کے دور 1260 میں دمشق دوبارہ مسلمانوں کا دارالخلافہ قرار پایا۔1400 عیسوی میں امیر تیمور نے دمشق کو تباہ و برباد کیا اور یہاں سے نابغہ روزگار ہستیوں اور ہنرمندوں کو گرفتار کر کے سمرقند لے گیا۔اور دمشق 1900 عیسوی تک خلافت عثمانیہ کے

تحت رہا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب خلافت عثمانیہ ختم ہوئی تو 1918 میں فرانس اور برطانیہ نے شام پر قبضہ کرلیا۔ اور بعد میں ایک معاہدے کے تحت شام مکمل طور پر فرانس کے قبضے میں چلا گیا دوسری جنگ عظیم میں فرانس پر جرمن نے قبضہ کرلیا۔ لیکن بدقسمتی سے شام پھر بھی آزادی حاصل نہ کرسکا۔

آزادی کی تحریک چلی آخرکار 1946 کو فرانس نے شام کو آزادی دے دی۔ لیکن سامراجی قوتوں نے اپنی مداخلت جاری رکھی۔ اور بار بار فوجی بغاوتیں ہوتی رہیں۔ اور آخرکار بعث پارٹی نے شام پر مکمل قبضہ کرلیا۔ حافظ الاسد شام کے صدر منتخب ہوئے۔ یہ درندہ صفت وحشی انسان کے روپ میں مسلمانوں پر مسلط ہوا۔ اور اپنی خون ریزی اور ظلم وستم کی بدولت شامی مسلمانوں پر فرعون بن کر حکومت کرتا رہا۔ یہ اس قدر ظالم تھا کہ اس کے خلاف اٹھنے والی کوئی آواز دبا دی جاتی اور اس پورے شہر کو تہس نہس کردیا جاتا۔ 1980 میں حلب اور 1986 میں حماۃ کو ملیامیٹ کردیا گیا۔ اس دور میں ذرائع ابلاغ اتنے آزاد اور خودمختار نہ تھے۔ جس کی وجہ سے بیرونی دنیا اس وحشیانہ بمباری سے آگاہ نہ ہوسکی۔ اس میں ہزاروں مرد و زن اور بچے لقمہ اجل بنے۔ اور یہ قتل عام بھی صرف سنی مسلمانوں کا ہوا۔ حافظ الاسد کا دور اقتدار بہت سفاکانہ اور ظالمانہ تھا۔ لوگ خوف کے مارے حکومت کی پالیسیوں پر بات نہیں کرسکتے تھے۔ سن 2000 کو حافظ الاسد کا انتقال ہوا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد بھی شامی مسلمانوں کو آزادی نصیب نہ ہوئی۔ حافظ الاسد کا بیٹا بشارالاسد نے اقتدار سنبھالا۔ تو وہ اپنے باپ سے بھی دو قدم آگے نکلا۔ اور اس نے وہ تمام حدیں پار کرلیں۔ اور انسانیت کے دائرے سے باہر نکل گیا۔

شام میں اس وقت 85% فیصد سنی مسلمان ہیں۔ جبکہ 15% فیصد عیسائی، علوی، دروزی، یہودی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے علوی اقلیت میں ہونے کے باوجود سنی مسلمانوں پر زبردستی مسلط ہیں۔ ظلم اور جبر کے ساتھ ان پر حکومت کررہے ہیں۔ نظریاتی طور پر بعث پارٹی شوسلٹ ہے۔ اور روس سے گہرا تعلق ہے۔ اشتراکیت کے علم بردار ہونے کی وجہ سے آج بھی روس ان کی پشت پناہی کررہا ہے اور افغانستان میں اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے شام کی ظالمانہ حکومت کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو قتل کررہا ہے۔

بحیرہ روم کے کنارے موجود یہ ملک قدرتی دولت تیل سے مالا مال ہے۔ لیکن نالائق اور ناتجربہ کار حکمرانوں کی بدولت اس سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ شام کا ایک تہائی حصہ زرخیز ہے۔ اور دریائے

فرات اس کو سیراب کرتا ہے یہاں کثرت کے ساتھ پھل، سبزیاں اور دیگر اجناس پیدا ہوتی ہیں۔ انجیر اور زیتون اہم پھل ہے۔ اس کے اہم شہروں میں دمشق، درعا، سویدا، حمص، طرطوس، حماہ، حلب قابل ذکر ہیں۔

بشار الاسد نے 16 جون 2006 کو ایران کے ساتھ ایک دفاعی معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ اس لحاظ سے انتہائی خطرناک ہے کہ اس میں فوجیوں کے تبادلے کے ساتھ ہتھیاروں کا تبادلہ بھی شامل ہے۔ شام کے بارے میں بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ وہ فلسطین کی آزادی کا حامی ہے اور اسرائیل کا دشمن ہے۔ لیکن حقائق اس کے برعکس ہیں۔

شام کا منافقانہ رویہ اور دوہرا چہرہ پوری دنیا دیکھ چکی ہے۔ 9/11 کے بعد شام واحد ملک ہے جس نے امریکہ سے خفیہ ڈیل کی۔ اور القاعدہ کے بارے میں معلومات امریکہ کو فراہم کیں۔ القاعدہ سے تعلق کے شبہ میں بہت سے نوجوانوں کو امریکہ کے حوالہ کیا۔ اور بعض کو قید و بند میں سخت سزائیں دیں۔ عراق پر امریکی حملہ میں شام نے امریکہ کی بھرپور مدد کی۔ اور خاص کر امریکی خفیہ اداروں کے لیے جاسوسی کا کام کیا۔ اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ باخبر لوگ جانتے ہیں۔ دو سال سے جاری اس مزاحمتی تحریک کو کچلنے میں جہاں دیگر ممالک کا تعاون حاصل ہے۔ وہاں امریکہ ہی درپردہ موجودہ حکومت کا ساتھ دے رہا ہے۔

یہ کہنا قطعا درست نہیں کہ شام کو فلسطین کی حمایت کی سزا دی جارہی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شام شروع دن سے حماس کا مخالف ہے۔ اور وہ نہیں چاہتا کہ حماس فلسطین میں حکومت قائم کریں۔ یہی وجہ ہے کہ حماس کے ممتاز لیڈر خالد مشعل نے شام کی موجودہ صورت حال میں شامی حکومت کی حمایت سے انکار کردیا۔ اور انکار کی وجہ سے ایران بھی حماس کی حمایت اور تعاون سے دست کش ہو گیا۔ اگر حماس شام کی ظالمانہ پالیسیوں کی حمایت کرتا۔ تو پھر ایران اپنا تعاون جاری رکھتا۔

شام کے بحران میں سب سے گھناؤنا کردار ایران کا ہے۔ جو شام میں مسلمانوں کی نسل کشی میں کلیدی کردار ادا کررہا ہے۔ اس کے گماشتے جدید اسلحہ کے ساتھ شام کے شہروں میں دندھاتے پھر رہے ہیں۔ اور چن چن کر مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔ بچوں اور عورتوں کے ساتھ بہیمانہ سلوک کرتے ہیں۔ قتل سے قبل عورتوں کی عصمت دری کی جاتی ہے۔ اور پھر بے دردی سے قتل کر

دیا جاتا ہے۔نہایت معتبر ذرائع ابلاغ نے بارہا یہ خبردی کہ شام میں بشارالاسد کی طرف سے مزاحمت کرنے والوں کی اکثریت فارسی بولنے والوں کی ہے۔اور یہ لوگ بڑی سفاکی کے ساتھ مسلمانوں کو قتل عام کررہے ہیں۔اوراب تک ایک لاکھ سے زائد مسلمان مردعورتیں اور بچے لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ایران کی دوغلی اور منافقانہ کردار پرلوگ حیران ہیں۔ایک طرف دنیا میں برپا ہونے والی مزاحمتی تحریکوں کی حمایت کرتا ہے۔اور خصوصاً بحرین میں بھی بعض شرپسندوں کی پشت پناہی کرتا رہا ہے۔ اوراس نام نہادتحریک کوان کا بنیادی حق قراردیتا رہاہے۔لیکن شام میں اکثریت پرمبنی لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ رہاہے۔اس پر بس نہیں۔بلکہ لبنان کی حزب اللہ جودراصل ایران کی آشیرباد سے دہشت گرد تنظیم بن چکی ہے۔پوری قوت سے شامی مسلمانوں کوقتل میں تعاون کررہی ہے۔اگرایران یہ سمجھتا ہے کہ مزاحمتی تحریک کا سب کوحق حاصل ہےتواسے شام کے مسلمانوں کا حق فوراً تسلیم کرتے ہوئے اپنے پالتوغنڈوں کوواپس لانا چاہیے۔ایران اگراپنی فوج واپس بلالے۔توشام پرغاصبانہ قبضہ کرنے والے بشارالاسد ایک لحہ بھی اقتدار میں نہ رہ سکے گا۔مگرایران اس خطے میں اپنی تھانیداری قائم کرنا چاہتا ہے۔اسے معلوم ہے کہ شامی حکومت کے گرنے سے ایران کا پورے خطے پراثر رسوخ ختم ہوجائے گا۔اوراسے شدید سیاسی شکست ہوگی۔جوکہ اب اس کا مقدر بن چکی ہے۔ان شاء اللہ

شام میں جاری آزادی کی تحریک وہاں کے 85% فیصد مسلمانوں کا بنیادی حق ہے۔جسے تسلیم کیا جانا چاہیے۔اس کے بغیروہاں امن ممکن نہیں۔اور جوحکومتیں اس کی حمایت کررہی ہیں۔ان کا مقصد امن کے سوا کچھ نہیں۔وہ چاہتی ہیں کہ قتل وغارت گری ختم ہو۔اور جولوگ بے گھر ہوئے ہیں۔اپنے گھروں کولوٹ آئیں۔اس وقت کم وبیش 20 لاکھ شامی ترکی ، لبنان اوراردن میں پناہ گزین ہوچکے ہیں۔جوبنیادی ضرورتوں سے محروم ہیں۔سعودی حکومت انسانی ہمدردی کی بنیاد پران کی مدد کررہی ہے۔اسی طرح ترکی نے بھی اپنے دروازے ان کے لیے کھول دیئے ہیں۔اوران مہاجرین کی ہرممکن مدد کررہا ہے۔

اگرآج ہم شامی مسلمانوں کی حمایت نہیں کریں گےتو آئندہ کسی بھی ایسی تحریک کی حمایت کا اخلاقی جواز کھوبیٹھیں گے۔جوآزادی کی خاطر مزاحمت کررہے ہوں ۔مثلاً کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت آزادی کی جنگ لڑرہی ہے۔اوراسی طرح افغانستان میں مسلمانوں کی اکثریت امریکہ سے